ĪQĀN- Vol: 02, Issue: 04, Jun-2020
DOI: 10.36755/iqan.v2i04.146 PP: 27-38

OPEN ACCESS
ĪQĀN
pISSN: 2617-3336
eISSN: 2617-3700
www.iqan.com.pk

حرمت جان، تکریم میت اور اسقاط حمل: اسلام اور بدھ مت کی تعلیمات کا تقابلی مطالعہ

Sanctity of Human Life, Corpse's reverence and Abortion in Islam and Buddhism: Comparative Study

*Muhammad Sulaiman Nasir
PhD. Scholar, Department of Islamic Studies & Arabic,
Gomal University, Dera Ismā'īl Khan, Pakistan.

**Dr. Imtiyaz Yusuf
Associate Professor, International institute of Islamic thought and civilization,
International Islamic University, Kuala Lumpur, Malaysia.

Version of Record
Received: 12-Jan-20 **Accepted**: 12-May-20
Online/Print: 30-Jun-20

ABSTRACT

Human beings are the cynosure of the whole universe. Islam and Buddhism both emphasized the sanctity of human life. The killing of people is not allowed in Islam in any form whatsoever. In Buddhism, the non-violence (Ahimsa) philosophy states that every living thing's life is sacred. This study is aimed to identify the teachings of Islam and Buddhism regarding corpse's reverence and abortion. Islam markedly stress on the holiness of human life. In Islam, it is not permissible for a person to attack someone's life or property or reputation. According to Buddhist's concept of Karma and Cycle of Samsara, the life of human beings is equal to that of all other living things that is why Buddhism does not allow the killing of insects. A comparative methodology will be adopted in this study. It is concluded that both Islam and Buddhism have the same viewpoint on the sanctity of human life but regarding the corpse's reverence and abortion, these have a different perspective.

***Keywords**: Sanctity, Human life, Islam, Buddhism, Corpse's reverence, Abortion, Comparative study.*

CC BY

تعارف:

عصر حاضر میں انسانی جان کی حرمت ایک اہم مسئلہ ہے جسے عیاں کرنے کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ انسانی جان کی حرمت ایسی اخلاقی قدر ہے جس سے باقی تمام اخلاقی قدریں جلا پاتی ہیں۔ اس لیے جس معاشرے میں انسانی جان کی حرمت کی قدر نہ ہو وہاں باقی اخلاقی قدریں بھی پختگی حاصل نہیں کر سکتیں۔ دنیا کے تمام مہذب قوانین میں انسانی جان کی حرمت اولین ترجیح رہی ہے۔ ان قوانین میں جان کی حرمت کے علاوہ دوسرے حقوق دیے گئے ہیں ان میں عزت و آبرو، مال و متاع، اپنی رائے کے اظہار اور اس کی آزادی کے تحفظ و مساوات کے حق کے ساتھ ساتھ اپنے اپنے دائرہ میں تعلیمی، معاشی، سماجی اور ثقافتی حقوق قابلِ ذکر ہیں۔ تمام مذاہب میں انسانی جان کی عظمت و حرمت کے بارے میں تعلیمات موجود ہیں اور ہر مذہب نے اس کو خاص اہمیت دی بھی ہے۔ اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جس کے گرد زندگی کی ساری سرگرمیاں گھومتی ہیں۔ انسان کے بغیر یہ دنیا عبث ہے۔ دیگر مذاہبِ عالم کی طرح اسلام اور بدھ مت میں بھی انسانی جان کی حرمت کے بارے میں تعلیمات موجود ہیں۔ زیر بحث موضوع دونوں مذاہب کی تعلیمات کے تناظر میں لاش کی حرمت اور اسقاط حمل کے متعلق تقابلی مطالعہ پر مبنی ہے۔ جس طرح ایک زندہ انسان کی حرمت ہے اسی طرح ایک انسانی مردہ بھی عزت و تکریم کے لائق ہے۔ اسقاط حمل کے دوران بھی انسانی جان کی حرمت کا مسئلہ درپیش ہوتا ہے۔ ان موضوعات کا انسانی جان سے گہرا تعلق ہے۔

الف۔ حرمتِ انسان اور اسلام و بدھ مت کی تعلیمات:

اخلاقی اقدار کسی معاشرتی اکائی کو مہذب بناتی ہیں اور اس کی نشو و نما میں بنیادی کردار ادا کرتی ہے جبکہ موخر الذکر قدر۔ حرمت جان۔ کسی بھی معاشرتی اکائی کی بنیاد ہے۔ یعنی اس کو تسلیم کئے بغیر کوئی معاشرتی اکائی وجود میں نہیں آسکتی اور نہ ہی کسی معاشرے میں افراد اور طبقات کے درمیان تعلقات اور معاملات کا تعین کر سکتی ہیں۔ مذاہب عالم میں انسانی جان کی حرمت اولین ترجیح رہی ہے اور انسانی جان کی حرمت کے بارے میں ان میں احکامات موجود ہیں۔ انسانی جان کی حرمت سے تعلق رکھنے والی اخلاقی اقدار انسانی وقار، آزادی اظہار اور باہمی رشتوں اور دوسروں کے حق ملکیت کے احترام کی تعلیمات بھی ساتھ ہی بیان کی گئی ہیں۔

انسانی جان کی حرمت اور اسلام:

اسلام میں انسانی جان کی حرمت کے بارے میں واضح احکامات موجود ہیں۔ اسلام کی نظر میں ایک انسان کا قتل تمام انسانوں کا قتل ہے اور ایک انسان کی زندگی کو بچانا تمام انسانوں کی زندگی بچانے کے مترادف ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا النَّاسَ جَمِيعًا"[1]

"جس نے ایک جان کو کسی جان کے (بدلے کے) بغیر یا زمین میں فساد کے بغیر قتل کیا تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے اسے زندگی بخشی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی"

[1] المائدہ: ۳۲.

لہٰذا اگر کوئی آدمی شروعات کے طور پر کسی ایک بھی آدمی کو قتل کر دے تو وہ اتنا بڑا مجرم ہے کہ گویا اس نے سارے انسانوں کو قتل کر دیا کیونکہ اس نے انسان کے قتل کا دروازہ کھولا۔اس آیت میں صرف مسلمانوں کو قتل کرنے سے منع نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس میں تمام لوگ شامل ہیں جس کی جان کو اللہ نے قابل احترام ٹھرایا ہے۔

مومن کی جان کی حرمت اور قتل کی سزا:

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قتل کبیرہ گناہ ہے جو دنیا و آخرت میں خسارے کا سبب ہے۔ کسی مومن کا قتل کرنا بہت ہلاکت خیز اور موجبِ جہنم عمل ہے۔ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَوْ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ وَأَهْلَ الْأَرْضِ اشْتَرَكُوا فِي دَمِ مُؤْمِنٍ لَأَكَبَّهُمْ اللَّهُ فِي النَّارِ"[1]

"اگر آسمان وزمین والے ایک مؤمن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالی ان سب کو جہنم میں اوندھے منہ ڈالے گا"

اور خصوصاً مومن کو قتل کرنے کے بارے سخت وعید ہے۔حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

"قَتْلُ الْمُؤْمِنِ أَعْظَمُ عِنْدَ اللهِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْيَا"[2]

"مومن کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام دنیا کے برباد ہونے سے بڑا ہے"

گویا ایک مسلمان کا قتل اس جہاں کے ختم ہونے سے بڑا گناہ ہے۔ایک مومن کی جان بہت قیمتی ہے اور اس کا قتل کرنا دنیا کے تباہ ہونے سے بھی بڑا جرم ہے۔ مومن کے قاتل کے لئے معافی کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور وہ ہمیشہ کے لئے جہنم میں رہے گا۔اور قرآن مجید کی رو سے ایسا شخص ابدی جہنمی ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"وَمَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِنًا مُتَعَمِّدًا فَجَزَاؤُهُ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيهَا وَغَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهُ وَأَعَدَّ لَهُ عَذَابًا عَظِيمًا"[3]

"اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے، جس میں ہمیشہ رہنے والا ہو اور اللہ اس پر غصے ہو گیا اور اس نے اس پر لعنت کی اور اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کیا ہے"

قاتل کے لئے اس دنیا میں رسوائی کا سامان ہے اور آخرت میں بھی اللہ تعالیٰ کے غضب میں گرفتار ہوگا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

غیر مسلم کے قتل کی ممانعت:

اسلام میں اس بات کی قطعاً گنجائش نہیں ہے کہ کسی شخص کی جان لی جائے یا اس کے مال یا عزت پر حملہ کیا جائے۔اسلام نے اسے بہت ہی بُرا جرم قرار دیا اور اس میں مومن اور کافر کا کوئی فرق روا نہیں رکھا ہے۔ بلکہ غیر مسلم کے جان ،مال اور عزت کی حفاظت کی اس طرح سے تلقین کی ہے جس طرح ایک مسلم کے بارے میں احکامات دیے ہیں۔انسانی جان کی عزت و حرمت پر اسلامی تعلیمات

---

[1] ترمذی، محمد بن عیسیٰ، **السنن** (بیروت: داراحیاء الترث العربی، ۲۰۱۰ء)، حدیث: ۱۴۲۰۔

[2] بیہقی، احمد بن حسین، **السنن الکبری** (مکۃ المکرمۃ: مکتبہ دار الباز، ۱۹۹۴ء): حدیث: ۱۵۶۴۷۔

[3] النساء: ۹۳۔

میں اس قدر زور دیا گیا ہے کہ دوران جنگ بھی غیر محارب لوگوں کے قتل کی اجازت نہیں ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

"مَنْ قَتَلَ قَتِيلًا مِنْ أَهْلِ الذِّمَّةِ لَمْ يَجِدْ رِيحَ الجَنَّةِ وَإِنَّ رِيحَهَا لَيُوجَدُ مِنْ مَسِيرَةِ أَرْبَعِينَ عَامًا"[1]

"جس شخص نے ذمی افراد میں سے کسی کو قتل کیا تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا حالاں کہ اس کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے سونگھی جا سکتی ہے"

ایک دوسری روایت میں ستر سال کی مسافت کا ذکر ہے۔[2] گویا جنت کا حصول تو دُور کی بات، ذمی کا قاتل جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔ انسانی جان کی حرمت کی اس تعلیم پر عمل کرنا ہر مسلمان کا جزو ایمانی ہے اور اس کی تعمیل، تلقین اور نفاذ ہر مسلمان پر فرض ہے۔

بدھ مت میں انسانی جان کی حرمت:

بدھ مت نے بھی انسانی جان کے تقدس کے بارے واضح ہدایات دی ہیں۔ بدھ مت کا فلسفہ اہنسا کے مطابق 'کسی جاندار کو قتل نہ کرو'[3] یعنی کسی انسان کا قتل تو دور کی بات ہے، بدھ مت کیڑے مکوڑوں کو مارنے کی بھی ممانعت کرتا ہے۔ بلکہ اہنسا کے لفظی معنی ہیں بچاؤ، عدم تشدد اور سلامتی یعنی بنا تشدد کے رجحان کے ہیں۔[4] یہ سنسکرت کا لفظ ہے اور جین مت، ہندو مت اور بدھ مت کی ایک خاص اصطلاح ہے، جو عدم تشدد کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔[5] بدھ مت کی تعلیمات میں تشدد نہ کرنے کا اصول بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا میں برداشت کا سب سے بڑا دعوے دار بدھ مت ہے اور اس نے کسی کو قتل کرنے کو بہت بڑا جرم قرار دیا ہے۔ گوتم بدھ کی تعلیمات امن و امان کی نقیب تھی۔ چنانچہ بدھ مت کی مذہبی کتاب دھما پدا میں گوتم بدھ کے درج ذیل الفاظ مذکور ہیں:

"Sabbe tasanti dandassa, Sabbe bhayanti macunno, Attanam upamam katwa, Na haneyya na ghataye"[6]

"All tremble at violence, all fear death. Comparing (others) with oneself, one should not kill or cause to kill"[7]

"سب تشدد سے کانپتے ہیں، سب موت سے ڈرتے ہیں۔ اپنے آپ کو (دوسروں) سے موازنہ کرکے نہ ہی کسی کو قتل کرنا چاہئے اور نہ ہی اس کے قتل کا سبب بننا چاہئے"

[1] بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح** (الریاض: دارالسلام، ۲۰۰۰ء)، حدیث: ۲۹۹۵.

[2] ترمذی، **السنن**، حدیث: ۱۴۳۸.

[3] *Vinaya, Texts*, 1: 211.

[4] فیروزالدین، **فیروز اللغات** (لاہور: فیروز سنز، ۲۰۱۰ء)، ۱۴۲.

[5] Ellwood, Robert S. & Gregory. D. Alles, *Encyclopedia of World Religions* (New York: Facts On File Inc., 1998), 10.

[6] Acharya Buddharakkhita, The Dhammahpada, *A Practical guide to Right living* (Bangalore: Buddha Vacana Trust, Maha Buddha Society), 129:52.

[7] Norman K. R, *The Dhmmapada*: *The Word of the Doctrine* (Oxford: The Pali text society, 2000), 129:20.

مذکورہ الفاظ گوتم بدھ نے اس وقت کہے جب ایک دفعہ ایک عبادت گاہ کی تعمیر کے سلسلے میں بھکشوؤں کے دو گروہوں کے درمیان جھگڑا ہوا جس کی وجہ سے چھ بھکشوؤں نے مخالف سولہ بھکشوؤں پر حملہ دیا۔[1] گوتم بدھ نے اس موقع پر انہیں تشدد سے منع کیا۔ بدھ مت نہ صرف کسی کو قتل کرنے کی ممانعت کرتا ہے بلکہ قتل میں کسی بھی قسم کی مدد کرنے کی بھی مذمت کرتا ہے اور ہر صورت میں پُرامن رہنے کا درس دیتا ہے۔

ب۔لاش کی حرمت بارے اسلام اور بدھ مت کی تعلیمات:

لاش سے نعش یا مردہ جسم مراد ہے۔ گویا روح کے بغیر انسانی جسم کو میت یا لاش کہتے ہیں۔[2] لاش کو عربی میں میت کہتے ہیں جس کا مادہ (م۔و۔ت) بمعنی مرنا کے ہیں۔[3] انسان روح اور جسم پر مشتمل اللہ کی مخلوقات میں سے عظیم تر مخلوق ہے۔ ہر انسان کو ایک دن مرنا ہے۔ مرنے کے ساتھ ہی اس کی روح پرواز کر جاتی ہے اور انسان کی لاش باقی رہ جاتی ہے۔ دنیا کے کچھ مذاہب اور معاشروں میں انتقال کر جانے والوں کی تدفین کی جاتی ہے، بعض مذاہب میں جلایا جاتا ہے، اسی طرح اور بھی کئی طریقے رائج ہیں۔

لاش کی حرمت اور اسلامی تعلیمات:

کائنات میں اللہ نے صرف انسان کو بہترین صورت پر پیدا فرمایا ہے اور اس کو ایک خصوصی شرف بخشا ہے۔ جس کا ذکر اللہ تعالی نے قرآن مجید میں ان الفاظ میں کیا ہے:

"لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ"[4]

"بلاشبہ یقیناً ہم نے انسان کو سب سے اچھی بناوٹ میں پیدا کیا۔"

اسلام نے جہاں تمام انسانوں کی جان کی حرمت اور اس کے مال اور عزت کی تعلیم دی ہے، وہاں میت کی تکریم کو بھی واجب قرار دیا ہے۔ اسلام صرف زندہ انسانوں کو ہی نہیں بلکہ مُردوں کو بھی شرف عزت بخشتا ہے۔ اگر وہ مردہ ہے تو وہ رحم کے قابل ہے اور اس کی وہی عزت و تکریم ہے جو ایک زندہ فرد کی ہے۔ اگر میت مسلمان عورت کی ہے تو پردے کے پہلو سے اس کی میت اور بھی احترام کے لائق ہے۔ اسلام میں اس کے احکامات بھی سخت ہیں۔ اسلام نے مسلمان میت کو بلند مرتبہ اور قابل رشک مقام بخشا ہے اور اسے ایذا دینا ایک زندہ انسان کو ایذا دینے کے برابر قرار دیا ہے۔ اس ضمن میں سیدہ عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا"[5]

---

[1]Thera, Narada, *The Dhammapada* (Kuala Lumpur : Buddhist Missionary Society, 1978), 123.

[2]فیروزالدین، **فیروز اللغات**، ص: ۱۱۴۲۔

[3]**اُردو دائرہ معارف اسلامیہ** (لاہور: دانش گاہ پنجاب، ۲۰۰۱ء)، ۲۱: ۹۱۰۔

[4]التین: ۳۔

[5]سجستانی، ابو داؤد سلیمان بن اشعث، **السنن** (بیروت: دار الفکر، ۱۹۹۴ء)، حدیث: ۳۱۸۰۔

”مردہ کی ہڈی توڑنا (گناہ میں) ایسا ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑنا“

مردے کی غیبت کی ممانعت:

قرآن نے زندہ شخص کی غیبت کو حرام قرار دیا ہے اور اسے اپنے مردہ بھائی کے گوشت کھانے سے تعبیر کیا ہے۔

”وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ“[1]

”اور نہ تم میں سے کوئی دوسرے کی غیبت کرے، کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ اپنے بھائی کا گوشت کھائے، جب کہ وہ مردہ ہو، سو تم اسے ناپسند کرتے ہو۔“

اسی طرح کسی مردے کی غیبت بھی زندہ شخص کی طرح حرام ہے۔ ماعز اسلمیؓ اور ان کے واقعہ کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”وہ جو ابھی ابھی تم نے اپنے بھائی کی بے آبروئی کی ہے وہ اس گدھے کی نعش کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ بے شک وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے“[2]

ایک مسلمان کی غیبت کرنا اور اس کو پیٹھ پیچھے بُرا بھلا کہنا ایسا ہی ہے جیسے مرنے کے بعد اس کا گوشت کھانا جیسے کسی کا گوشت کاٹنے سے اس کو ایذا ہوتی ہے اسی طرح اس کو بدخوہی سے قلبی تکلیف ہوتی ہے۔ اس طرح کسی مردے کی غیبت بھی بدرجہ اولیٰ حرام ہے۔

غیر مسلم کی لاش کی حرمت:

میت چاہے مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی، عزت و تکریم کی مستحق ہے۔ انسانی شرف و عزت کے تحفظ کی اس سے بڑھ کر مثال آخر کیا ہو سکتی کہ پیغمبر اسلام اپنے ماننے والوں کو غیر مسلموں کے جنازوں کے احترام میں کھڑا ہونے کا حکم صادر کر رہے ہیں۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں:

”مر بنا جنازة فقام لها النبي وقمنا له فقلنا يا رسول الله! إنها جنازة يهودي قال: إذا رأيتم الجنازة فقوموا“[3]

”ہمارے سامنے سے ایک جنازہ گزرا تو نبی کریم ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی کھڑے ہو گئے۔ پھر ہم نے کہا کہ یا رسول اللہؐ! یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم لوگ جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جایا کرو“

نبی کریم ﷺ کے بعد صحابہ کرام نے بھی اسی طرزِ عمل کو اختیار کیا۔ چنانچہ واقعہ یہ ہے کہ سہل بن حنیفؓ اور قیس بن سعدؓ قادسیہ میں کسی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں کچھ لوگ ادھر سے ایک جنازہ لے کر گزرے تو یہ دونوں بزرگ کھڑے ہو گئے۔ عرض کیا گیا کہ جنازہ تو ذمیوں کا ہے (جو کافر ہیں) اس پر انہوں نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ہاں سے اسی طرح سے ایک جنازہ گزرا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس کے لیے کھڑے ہو گئے۔ پھر آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ تو یہودی کا جنازہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا کہ کیا یہودی کی جان

---

[1] الحجرات: ۱۲۔

[2] ابن حجر، احمد بن علی، **مختصر الترغیب والترھیب** (بیروت: موسسۃ مناھل العرفان، ۱۹۸۱ء)، ۵۰۹۔

[3] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۱۲۹۴۔

نہیں ہے؟[1] اس قصہ سے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپؐ نے ہر حال میں انسانی جان کی عزت و حرمت کی تعلیم دی ہے اور اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے کہ اس کا مذہب کیا تھا؟ اور یہ تکریم ایک یہودی کی میت کی ہو رہی ہے۔

قبور کی بے توقیری کی ممانعت:

اسلام کے ہر پہلو میں عدم تشدد اور انسانی جان کی حرمت نمایاں ہے۔ اسلام میں میت کو قبر میں دفنانے کا حکم ہے۔ قبر چونکہ انسان کا مدفن ہے اور انسانی جان کے دفن ہونے کی علامت ہے لہٰذا اسلام میں قبر کی تعظیم کا بھی حکم وارد ہوا ہے۔ لہٰذا اس کے قبر کی بے حرمتی بھی اسلام برداشت نہیں کرتا بلکہ اسلام نے قبر کی تعظیم کی تعلیم دی ہے۔ اور قبر پر کھڑے رہنا اور اس پر بیٹھنے سے منع ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

> "لَأَنْ يَجْلِسَ أَحَدُكُمْ عَلَى جَمْرَةٍ فَتُحْرِقَ ثِيَابَهُ حَتَّى تَخْلُصَ إِلَى جِلْدِهِ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَجْلِسَ عَلَى قَبْرٍ"[2]
>
> "ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی شخص آگ کی چنگاری پر بیٹھ جائے اور اس کے کپڑے جل کر کھال تک آگ پہنچے تو یہ اس کے حق میں قبر پر بیٹھنے سے بہتر ہے"

نبی کریم ﷺ نے قبرستان کی تعظیم میں حکم دیا ہے کہ وہ جب قبرستان میں جائیں تو جوتے اُتار لیا کریں۔ بشیر بن خصاصیہؓ فرماتے ہیں:

> "بَيْنَمَا أَنَا أَمْشِي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا ابْنَ الْخَصَاصِيَةِ مَا تَنْقِمُ عَلَى اللَّهِ أَصْبَحْتَ تُمَاشِي رَسُولَ اللَّهِ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَنْقِمُ عَلَى اللَّهِ شَيْئًا كُلُّ خَيْرٍ قَدْ آتَانِيهِ اللَّهُ فَمَرَّ عَلَى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِينَ فَقَالَ أَدْرَكَ هَؤُلَاءِ خَيْرٌ كَثِيرٌ ثُمَّ مَرَّ عَلَى مَقَابِرِ الْمُشْرِكِينَ فَقَالَ سَبَقَ هَؤُلَاءِ خَيْرًا كَثِيرًا قَالَ فَالْتَفَتَ فَرَأَى رَجُلًا يَمْشِي بَيْنَ الْمَقَابِرِ فِي نَعْلَيْهِ فَقَالَ يَا صَاحِبَ السِّبْتِيَّتَيْنِ أَلْقِهِمَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ يَقُولُ حَدِيثٌ جَيِّدٌ وَرَجُلٌ ثِقَةٌ"[3]
>
> "ایک بار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا کہ آپ نے فرمایا اے ابن خصاصیہ! تم اللہ کی طرف سے کس چیز کو ناپسند سمجھتے ہو حالانکہ تم اللہ کے رسول کی معیت میں چل رہے ہو؟ تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول میں اللہ کی کسی بات کو ناپسند نہیں سمجھتا سب بھلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرما دی ہیں تو آپ مسلمانوں کے قبرستان سے گزرے اور فرمایا کہ ان لوگوں نے بہت سی خیر حاصل کی پھر مشرکین کے قبرستان سے گزرے تو فرمایا یہ لوگ بہت سے خیر سے پہلے آ گئے۔ فرماتے ہیں کہ آپ نے توجہ فرمائی تو دیکھا کہ ایک صاحب جوتے پہنے قبرستان میں چل رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے جوتوں والے اپنے جوتے اتار دو"

---

[1] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۱۳۱۲؛ نسائی، احمد بن شعیب، **السنن**، (الریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء)، حدیث: ۱۹۲۴.

[2] ابو داؤد، **السنن**، حدیث: ۳۲۰۱.

[3] ابن ماجہ، محمد بن یزید، **السنن** (الریاض: دار السلام، ۱۹۹۹ء)، حدیث: ۱۵۶۸.

جوتے اُتارنے کا حکم بطور تعظیم ہے اور جوتے پہن کر قبرستان میں میں جانا قبرستان میں موجود میتوں کی بے حرمتی ہے۔ اس لئے اسلام نے قبرستان میں جوتے پہن کر جانے سے منع فرمایا ہے۔

لاشوں کا مثلہ کرنے کی ممانعت:

اسلام سے قبل عرب اور دوسری اقوام جنگوں میں دشمنوں کی لاشوں کا مثلہ کیا کرتی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے میت کی بے ادبی کرنے اور مثلہ کرنے سے منع کیا۔ جیسا کہ مغیرۃ بن شعبہؓ سے مروی ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے مثلہ (قطعِ اعضا) سے منع فرمایا"۔[1]

نبی اکرم ﷺ نے جنگ اُحد کے موقع پر یہ حکم دیا حالانکہ دشمن نے مسلمان شہدا کے لاشوں کا مثلہ کیا تھا۔ دشمنوں نے ان کے اعضاء کاٹ کر ان کے ہار بنائے اور گلوں میں پہنے۔ نبی کریم ﷺ کے چچا امیر حمزہؓ کا پیٹ چیر کر ان کا کلیجہ نکالا گیا اور اسے چبانے کی کوشش کی گئی۔ اسی وقت مسلمانوں کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا تھا مگر آپ صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا کہ تم غنیم کے مقتولوں کے ساتھ یہ سلوک نہ کرنا۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کہ دین اسلام حقیقت میں اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین ہے۔ اس میں انسانی جذبات کا اگر دخل ہوتا تو جنگ اُحد میں یہ منظر دیکھ کر حکم دیا جاتا کہ تم لوگ بھی غنیم کے مقتولوں کا اسی طرح مثلہ کرو۔ اسلام امن و امان کا مذہب ہے جس میں جہاد کا مقصد زمین سے فساد کو ختم کرنا ہے۔ اس فساد کو ختم کرنے میں ایک مسلمان مجاہد اللہ کی رضا کا حصول چاہتا ہے اور اس میں اس کی کوئی ذاتی فائدہ شامل نہیں ہوتا ہے۔ لہٰذا اسلام نے فتح کی صورت میں دشمنوں کی لاشوں کا مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

نبی کریم ﷺ سپہ سالار اور فوج کو پہلے اللہ سے ڈرنے کی نصیحت کرتے پھر فرماتے کہ:

> **"اغزوا بسم الله وفی سبیل الله قاتلوا من کفر بالله ولا تغلّوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیداً"**[2]
>
> "جاؤ اللہ کا نام لے کر اور اللہ کی راہ میں لڑو ان لوگوں سے جو اللہ سے کفر کرتے ہیں مگر جنگ میں کسی سے بدعہدی نہ کرو، غنیمت میں خیانت نہ کرو، مثلہ نہ کرو اور کسی بچے کو قتل نہ کرو۔"

چنانچہ الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ میں ہے:

> **"بأنه یحرم فی الجهاد الغدر والغلول والتمثیل بالقتلیٰ لقوله علیه السلام: لا تغلوا ولا تغدروا ولا تمثلواالی قوله: فهی العقوبة الشنیعة من مثل قطع الأنف والأذن ونحو ذلک"**[3]
>
> "جہاد میں غدّاری، مالِ غنیمت میں چوری اور مثلہ کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ آپؐ نے فرمایا ہے: جو مال غنیمت میں ملے اس میں خیانت نہ کرو، غدّاری نہ کرو اور ناہی مثلہ کرو۔ چنانچہ ناک کان وغیرہ کاٹنا شنیع کام ہیں"

---

[1] شیبانی، احمد بن حنبل، **المسند**، ت. شعیب الارناؤط (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء)، حدیث: ۱۷۶۸۶۔

[2] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۱۷۳۹۔

[3] لجنۃ المؤلفین، **الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ** (کویت: وزارۃ الأوقاف،)، ۷: ۱۵۱۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اسلام میں لاش کی بے حرمتی کی کسی بھی صورت اجازت نہیں ہے اور اسلام نے اسے ایک بُرا فعل قرار دیا ہے۔

لاش جلانے کی ممانعت:

اسلام انسانوں کو یہ ہدایت دیتا ہے کہ اگر کوئی انسان مر جائے، تو اسے پہلے غسل دو، پھر کفن بھی دو اور بعد ازاں قبر میں رکھ دو۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"ثُمَّ أَماتَهُ فَأَقْبَرَهُ"[1]

"پھر اسے موت دی، پھر اسے قبر میں رکھوایا"

مذکورہ آیت سے مقصد یہ ہے کہ انسانی جان کی تکریم ہو اور اس کی لاشوں کو درندے اور پرندے نہ نوچ کھائیں۔ نیز یہ کہ مردہ جسموں سے پیدا ہونے والے تعفن سے فضا بھی مسموم نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے دشمنوں کو آگ میں زندہ جلانے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:

"لا ينبغي أن يعذب بالنار الا رب النار"[2]

"آگ کا عذاب دینا سوائے آگ کے پیدا کرنے والے کے اور کسی کے لائق نہیں"

اسلام نے لاش کو دفنانے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ لاش جلانے سے نہ صرف اس کی بے حرمتی ہوتی ہے بلکہ اس سے فضا بھی خراب ہوتی ہے۔ میت کو جلانا اسلامی نقطہ نظر سے سخت جرم ہے۔ اس لئے اسلام میں مسلمان بلکہ بحیثیت انسان کے، اس کے جسم کا احترام روح نکلنے کے بعد بھی ضروری ہے۔

لاش کی حرمت اور بدھ مت تعلیمات:

بدھ مت تعلیمات میں لاش کی حرمت سے متعلق کوئی واضح تعلیمات موجود نہیں ہیں۔ ان کے ہاں اکثر لاشوں کو جلایا جاتا ہے یا ان کی آسمانی تدفین کی جاتی ہے، جو لوگ گولی لگنے سے قتل ہو جائیں ان کو پانی میں بہایا جاتا ہے۔ کبھی کبھار میت کو دفنایا بھی جاتا ہے اور صرف متعدی بیماری جیسے جذام وغیرہ سے انتقال کر جانے والوں کی تدفین کی جاتی ہے۔ بدھ مت کے عقیدے کے مطابق کسی کی موت سے اس کی زندگی ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ یہ ایک دوسرے سفر کی شروعات ہوتی ہے۔ اور اس کے کئی مراحل ہیں اور ان مراحل کا براہ راست تعلق ان کے اعمال سے ہوتا ہے جسے وہ 'کرما' کہتے ہیں۔ بدھ مت میں عقیدہ کرم پر اعتقاد لازمی ہے۔[3]

عقیدہ کرم:

---

[1] عبس: ۲۱.

[2] بخاری، **الجامع الصحیح**، حدیث: ۲۹۵۴؛ ابوداؤد، **السنن**، حدیث: ۲۶۷۵.

[3] https://en.wikipedia.org/wiki/Karma_in_Buddhism, (accessed 12 May 2020)

کرم، سنسکرت کا لفظ ہے جس کے لفظی معنی کام، عمل یا عمل کے نتیجے کے ہیں۔[1] اس عقیدے کے مطابق ہر انسان اپنے اعمال کی وجہ سے دکھوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہوتا ہے۔ گوتم بدھ کے مطابق:

"In today's world, it is impossible to get rid of suffering"[2]

"دکھ سے نجات موجودہ دنیا کے دائرہ تکلیف میں حاصل کرنا ناممکن ہے"

بدھ مت کے عقیدہ کرم ،کے مطابق انسان کو نیک اعمال کی جزا اور بد اعمال کی سزا اسی دنیا میں ہی مل جاتی ہے۔ انسان اپنے اعمال کے مطابق جون (ساخت) بدل کر بار بار جنم لیتا ہے۔ آخر کار نیک اعمال کی بدولت انسان پاکیزہ ہو کر آواگون کے چکر سے نجات پا جاتا ہے جسے نروان یا نجات کہتے ہیں۔ ان کے اعتقاد کے مطابق 'یہ بار بار مرنے اور جنم لینے کے سلسلے کو کہتے ہیں'[3]

اسی 'کرما' کی وجہ بدھ مت میں لاش کی حرمت کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ 'وہ سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد انسانی روح کسی اور شکل میں سرایت کرکے دوبارہ دنیا میں آجاتی ہے اور وہ انسان یا کسی بھی جاندار کی شکل میں ہو سکتی ہے۔ جسے Cycle of Samsara کہتے ہیں۔ اس عقیدہ کے مطابق تمام بنی نوع ایک دن انسان یا حیوان کی شکل میں دوبارہ جنم لیں گے۔[4] بدھ مت میں چونکہ مرنے کے بعد انسانی جسم کی اہمیت باقی نہیں رہتی۔ اس لئے جسم کو سنبھال کر رکھنے، محفوظ کرنے یا ان کی یادگار بنانے پر یقین نہیں رکھتے کیوں کہ ان کے مطابق مردہ جسم ایک خالی برتن کی مانند ہے۔

آسمانی تدفین:

تبت میں بدھ مت کے پیروکار رہتے ہیں وہ آسمانی تدفین کرتے ہیں۔ تبت میں مردوں کو کھلے آسمان تلے رکھ دیا جاتا ہے جنہیں گدھ کھا جاتے ہیں۔ 'یہ لوگ کسی شخص کو اس انتقال کرنے کے بعد سیدھا بٹھا دیتے ہیں اور دو دن تک اسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس دوران ایک مذہبی شخص اپنی مقدس کتاب میں سے کچھ پڑھتا رہتا ہے۔ دو دن گزر جانے کے بعد میت کو آخری رسومات ادا کرنے کے لئے جلوس کی شکل میں پہاڑوں میں لے جایا جاتا ہے جس کی قیادت مذہبی رہنما کرتے ہیں۔ اس جگہ ایک پیشہ ور شخص موجود ہوتا ہے جو جسم کے ٹکڑے کرنے کا کام سر انجام دیتا ہے۔ اس کا تعلق کسی اور مذہب سے ہوتا ہے۔ اسے تبتی زبان میں اسے روگے اپس (Rogyapas) یعنی جسم کو توڑنے والے کہتے ہیں۔ روگیاپس اس میت کے ٹکڑے ٹکڑے کرتا ہے اور پھر چیلوں اور گِدھوں کو کھلا دیتا ہے۔ جو ہڈیاں بچ جاتی ہیں، ان کو باریک پیس کر سفوف بنایا جاتا ہے اور اس کو دودھ، مکھن یا چائے میں ڈال کر چیلوں اور گدھوں کو کھلا دیا جاتا ہے۔ بدھ مت کے عقیدے کے مطابق گدھ جس شخص کا گوشت اور ہڈیوں کا سفوف نہ کھائیں تو یہ

---

[1] *Encyclopedia of World Religions*, 853.

[2] James Fieser & Johan Powers, *Scriptures of the World Religions* (New York: MacGra Hill, 2004), 72.

[3] فیروزالدین، **فیروز اللغات**، ص: ٤٦.

[4] Pruitt & Norman, *(Vinaya) The Patimokkha* (Lancaster: Pali Text Society, 2001), 406.

لوگ اس شخص کو گناہگار تصور کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے مطابق یہ چیلیں اور گدھ مرنے والے شخص کی روح کو اپنے ساتھ جنت میں لے کر جاتی ہیں اس لیے جس شخص کا گوشت یہ چیلیں اور گدھ نہ کھائیں اس شخص کا ٹھکانہ دوزخ ہوتا ہے۔ تبتی اسے 'آسمانی تدفین (Sky Burials)' کا نام دیتے ہیں۔[1]

ایک روایت یہ ہے کہ 'مردے کے جسم کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کرکے ان باقیات کو جانوروں بالخصوص پرندوں کو کھلا دیتے ہیں۔ بعض اوقات جسم کو یونہی کھلے آسمان تلے رکھ دیا جاتا ہے جسے گدھ چٹ کر جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک گدھ ایک متبرک پرندہ ہے جسے وہ داکنی یعنی فرشتہ کہتے ہیں۔ یہ گدھ مردے کا گوشت کھا کر اس کی روح آسمانوں میں لے جاتے ہیں جہاں اسے کسی دوسرے جسم میں دوبارہ جنم لینے کے لیے دنیا میں بھیجا جاتا ہے۔'[2] بدھ مت کے روح کے دوام کے عقیدے کے مطابق مردہ جسم کو پرندوں اور دیگر جانوروں کو کھلا دینا بھی ایک قسم کا دان اور خیرات ہے کیونکہ یہ کئی چھوٹے جانوروں کی جان بچانے کے مترادف ہے۔ اس لئے وہ آسمانی تدفین پر زیادہ زور دیتے ہیں۔

لاش کو جلانا:

بدھ مَت کے پیروکار اپنے مُردوں کو جلاتے بھی ہیں جن کے عقیدے کے مطابق اس سے جسم گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس عمل کے لیے نیپال میں کھٹمنڈو کے مقام پر بجلی سے چلنے والی پہلی بھٹی لگا دی گئی ہے۔ جرمن خبر رساں ادارے ڈی پی اے کے مطابق ایسی پہلی بھٹی نے اتوار چوبیس جنوری ۲۰۱۸ء سے کام شروع کر دیا ہے۔ یہ برقی بھٹی کھٹمنڈو کے پشوپتی ناتھ مندر کے علاقے میں دریائے باگمتی کے کنارے بنائی گئی ہے۔ اسی جگہ پر لوگ گزشتہ کئی عشروں سے قائم شمشان گھاٹ پر لکڑی جلاتے ہوئے اپنے مُردوں کی آخری رسومات ادا کرتے رہے ہیں۔[3] بدھ ویسے تو آسمانی تدفین کے علاوہ پانی میں بہانا، جلانا، دفن کرنا اور اسٹوپا بنانے جیسے طریقے بھی اختیار کرتے ہیں لیکن آج بھی زیادہ تر بدھ آسمانی تدفین کے طریقے کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ بدھ مت کی طرح ہندومت کے لوگ بھی اپنے مردوں کو جلاتے ہیں۔ ہندومذہب میں ہر میت کو جلا دیا جاتا ہے اور اس کی راکھ دریابرد کر دی جاتی ہے البتہ سادھوؤں اور شیر خوار بچوں وہ زمین میں دفناتے ہیں کیونکہ ان کے خیال میں معصوم بچوں اور سادھوؤں کے گناہ نہیں ہوتے کہ انہیں جلا کر پاک کرنا پڑے۔ بدھ مت اور ہندومت کا لاش کو جلانے کے بارے میں عقائد اور طریقہ کار تقریباً یکساں ہیں۔

ج۔ اسقاط حمل بارے اسلام اور بدھ مت کی تعلیمات:

حمل سے مراد 'بوجھ، عورت کے پیٹ میں بچہ ہونا۔'[4] جبکہ اسقاط حمل پیٹ گرانا یا گرنا۔ حاملہ کے پیٹ سے بچے کا قبل از وقت خارج ہو

---

[1] http://www.chinabuddhismencyclopedia.com/en/index.php?title=Rogyapas (accessed 12 May 2020).
[2] http://traditionscustoms.com/death-rites/jhator-sky-burial (accessed 12 May 2020).
[3] https://www.dw.com/ur (accessed 12 May 2020).
[4] فیروزالدین، **فیروز اللغات**، ص: ۵۷۶.

جانا یا خارج کرانا مراد ہے۔ گویا بچہ دانی سے زیر تکمیل یا تکمیل شدہ پیٹ کا بچہ ضائع کرنا اسقاط حمل کہلاتا ہے۔[1] یعنی بچے کی وجود میں آنے کے بعد اسے گرادیا جائے۔ اس عمل سے بچے کی موت واقع ہوتی ہے۔ اسقاط کا عمل ازخود یعنی قدرتی طور پر یا پھر انسانی مداخلت کا پیدا کردہ بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا اس کی دو قسمیں ہیں:

"مختاری اسقاط (Spontaneous Abortion) یعنی خود بخود (کسی بھی طبّی وجہ سے) ہوجانے والا اسقاط اس کو گرنا (Miscarriage) بھی کہا جاتا ہے اور مائلی اسقاط (Induced Abortion) یعنی انسان کی مداخلت سے اور جراحی یا کیمیائی طریقوں کے ذریعہ مائل کیا جانے والا اسقاط"[2]

مختاری اسقاط میں کسی کمزوری کی وجہ سے یا غلط داوئی کے استعمال سے حمل گر جاتا ہے جبکہ جراحی کے عمل کے ذریعے جو عمل کیا جاتا ہے اس میں رحم میں موجود بچے کے ٹکڑے کرکے نکالا جاتا ہے۔

اسلام میں اسقاطِ حمل بارے احکامات:

اسلامی شریعت کی نظر میں جنین (پیٹ کا بچہ) کی زندگی کی وہی اہمیت و حرمت ہے جو کسی زندہ انسان کی ہے۔ اس لیے اس کی زندگی کی حفاظت ایک زندہ انسان کی زندگی کی حفاظت کی طرح ضروری ہے۔ نطفے اور ماں کے پیٹ میں بچے کی عمر کے مختلف مراحل کا قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ذکر ہے۔ اس ضمن میں ارشاد ربانی ہے:

"وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ"[3]

"اور بلا شبہ یقیناً ہم نے انسان کو حقیر مٹی کے ایک خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر ہم نے اسے ایک قطرہ بنا کر ایک مضبوط ٹھکانے میں رکھا۔ پھر ہم نے اس قطرے کو ایک جما ہوا خون بنایا، پھر ہم نے اس جمے ہوئے خون کو ایک بوٹی بنایا، پھر ہم نے اس بوٹی کو ہڈیاں بنایا، پھر ہم نے ان ہڈیوں کو گوشت پہنایا، پھر ہم نے اسے ایک اور صورت میں پیدا کر دیا، سو بہت برکت والا ہے اللہ جو بنانے والوں میں سے سب اچھا ہے"

حدیث میں عملِ تخلیق کو اس انداز میں بیان کیا گیا ہے چنانچہ ارشاد نبوی ﷺ ہے:

"إن أحدكم يجمع خلقه في بطن أمه أربعين يوما ثم يكون علقة مثل ذلك ثم يكون مضغة مثل ذلك ثم يبعث الله ملكا فيؤمر بأربع كلمات ويقال له اكتب عمله ورزقه وأجله وشقي أوسعيد ثم ينفخ فيه الروح"[4]

"تمہاری پیدائش کی تیاری تمہاری ماں کے پیٹ میں چالیس دنوں تک (نطفہ کی صورت) میں کی جاتی ہے اتنی ہی دنوں

---

[1] http://urdulughat.info/words/51838 (accessed 12 May 2020).

[2] www.ur.wikipedia.org (accessed 12 May 2020).

[3] المومنون: ۱۴۔۱۲۔

[4] عسقلانی، احمد بن حجر، **فتح الباری** (قاہرہ: المطبعۃ السلفیۃ، ۲۰۱۵ء)، ۵: ۷۴۵۴۔

تک پھر ایک بستہ خون کے صورت میں اختیار کئے رہتا ہے اور پھر وہ اتنے ہی دنوں تک ایک مضغہ گوشت رہتا ہے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اسے چار باتوں (کے لکھنے) کا حکم دیتا ہے۔ اس سے کہا جاتا ہے کہ اس کے عمل، اس کا رزق، اس کی مدت زندگی اور یہ کہ بد ہے یا نیک، لکھ لے۔ اب اس نطفہ میں روح ڈالی جاتی ہے"

روح پھونکنے اور جان پڑنے کے وقت کے بارے میں فقہائے کرام میں اختلاف ہے۔ مندرجہ بالا حدیث کے مطابق جنین کے اندر ایک سو بیس دن کے بعد روح پھونکی جاتی ہے۔ حضرت حذیفہ بن اسیدؓ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو کہتے ہوئے سنا ہے:

"إِذَا مَرَّ بِالنُّطْفَةِ ثِنْتَانِ وَأَرْبَعُونَ لَيْلَةً بَعَثَ اللهُ إِلَيْهَا مَلَكًا فَصَوَّرَهَا وَخَلَقَ سَمْعَهَا وَبَصَرَهَا وَجِلْدَهَا وَلَحْمَهَا وَعِظَامَهَا"[1]

"نطفہ پر جب بیالیس دن گزر جاتے ہیں تو اللہ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس کی صورت گری کرتا ہے۔ اس کے کان آنکھ جلد گوشت اور ہڈیوں کی تخلیق کرتا ہے"

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ بیالیس دن گزرنے کے بعد نطفہ ایک انسانی صورت بن جاتی ہے اور اس کی تقدیر لکھ دی جاتی ہے۔ مندرجہ بالا دونوں احادیث کے درمیان تطبیق کی صورت یہ ہے کہ فرشتے دو دفعہ بھیجے جاتے ہیں۔ ایک دفعہ بیالیس دن کے بعد جنین کی تخلیق اور اس کی صورت گری کے لیے اور دوسری دفعہ ایک سو بیس دن کے بعد اس میں روح پھونکنے کے لیے۔ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

"إِذَا اسْتَقَرَّتِ النُّطْفَةُ فِي رَحِمِ الْمَرْأَةِ مكثت أربعين يوما كذلك يضاعف إِلَيْهِ مَا يَجْتَمِعُ إِلَيْهَا، ثُمَّ تَنْقَلِبُ عَلَقَةً حَمْرَاءَ بِإِذْنِ اللهِ، فَتَمْكُثُ كَذَلِكَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا، ثُمَّ تَسْتَحِيلُ فَتَصِيرُ مُضْغَةً قِطْعَةً مِنْ لَحْمٍ لَا شَكْلَ فِيهَا وَلَا تَخْطِيطَ، ثُمَّ يُشْرَعُ فِي التَّشْكِيلِ وَالتَّخْطِيطِ فَيُصَوَّرُ مِنْهَا رَأْسٌ وَيَدَانِ وَصَدْرٌ وَبَطْنٌ وَفَخْذَانِ وَرِجْلَانِ وَسَائِرُ الْأَعْضَاءِ، فَتَارَةً تُسْقِطُهَا الْمَرْأَةُ قَبْلَ التَّشْكِيلِ وَالتَّخْطِيطِ، وَتَارَةً تُلْقِيهَا وَقَدْ صَارَتْ ذَاتَ شَكْلٍ وَتَخْطِيطٍ، وَلِهَذَا قَالَ تعالى: ثُمَّ مِنْ مُضْغَةٍ مُخَلَّقَةٍ وَغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ أَيْ كَمَا تُشَاهِدُونَهَا لِنُبَيِّنَ لَكُمْ وَنُقِرُّ فِي الْأَرْحَامِ مَا نَشَاءُ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى أَيْ وَتَارَةً تَسْتَقِرُّ فِي الرَّحِمِ لَا تُلْقِيهَا الْمَرْأَةُ وَلَا تُسْقِطُهَا"[2]

"جب نطفہ عورت کے رحم میں قرار پکڑے تو وہ چالیس دنوں تک رہتا ہے۔ اس طرح اس کے ساتھ ساتھ جو کچھ جمع ہوتا ہے، بڑھا دیا جاتا ہے، پھر وہ سرخ جمے ہوئے خون میں تبدیل ہو جاتا ہے، پھر اللہ کے حکم سے گوشت کا ٹکڑا بن جاتا ہے، جس کی نہ شکل ہوتی ہے اور نہ حدود۔ پھر شکل اور حدود بن جاتے ہیں۔ جس سے اس کا سر، دو ہاتھ، سینہ، پیٹ، ران، دو پاؤں اور سارے اعضاء مصوَر ہو جاتے ہیں، پھر اس کو کبھی تشکیل یا تخطیط سے پہلے ساقط کر دیتی ہے اور کبھی تشکیل و تخطیط کے بعد ساقط کر دیتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "پھر ایک قطرے سے، پھر کچھ جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کی ایک بوٹی سے، جس کی پوری شکل بنائی ہوئی ہے اور جس کی پوری شکل نہیں بنائی ہوئی، تاکہ ہم تمہارے لئے واضح کریں اور ہم جسے چاہتے ہیں ایک مقررہ مدت تک رحموں میں ٹھہرائے رکھتے ہیں۔

---

[1] قشیری، مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح** (کراچی: مکتبہ البشریٰ، ۲۰۱۱ء)، حدیث: ۱۸۴۸.

[2] ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، **تفسیر القرآن العظیم** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۱۴۱۹ھ)، ۵: ۳۴۷.

اور کبھی رحم میں قرار پاتا ہے جس کو عورت نہ گراتی ہے اور نہ ساقط کرتی ہے۔"

جدید سائنسی تحقیقات کے مطابق بھی چھ ہفتے بعد ہی نطفہ اس مرحلے میں پہنچ جاتا ہے جس میں اسے انسانی خصائص عطا ہو جاتے ہیں۔ یہی وہ نقطہ ہے جو مسلم کی مذکورہ بالا روایت میں بیان ہوا ہے کہ ۱۲۰ دنوں میں اس جسد میں روح ڈال دی جاتی ہے۔

استقرارِ حمل کے بعد اسقاط حمل کی حیثیت:

اسلامی تعلیمات کی رو سے استقرار حمل کے بعد قبل الخلقت یا بعدہ عام حالات میں اسقاط کرانا شرعاً ناجائز ہے۔قران و حدیث کی سابقاً ذکر کی گئی نصوص کی رو سے ۱۲۰ دن کے بعد استقرار حمل ہو جاتا ہے۔اس لئے علمائے کرامؒ کی رائے ہے کہ اگر حاملہ عورت چاہے تو اس سے پہلے اسقاط حمل کر سکتی ہے۔فتاویٰ شامی اور فتح القدیر میں ہے:

"هل يباح الاسقاط بعدالحمل؟ يباح ما لم يتخلق شئى منه ثم فى غير موضع ولا يكون ذلک الا بعد مائة وعشرين يوما أنهم أرادوا بالتخليق نفخ الروح" [1]

"کیا حمل ٹھہرنے کے بعد اس کا ساقط کرنا جائز ہے؟ جب تک اس سے کوئی چیز پیدا نہ کی گئی ہو جائز ہے، پھر دوسری جگہ عبارت ہے اور یہ نہیں ہوتا مگر چار مہینے کے بعد اور تخلیق سے ان کی مراد روح کا پھونکنا ہے"

اسی طرح مزید لکھتے ہیں:

"يباح اسقاط الولد قبل اربعة اشهر" [2]

"چار مہینے سے پہلے حمل گرانا جائز ہے"

علامہ ابن ہمامؒ کہتے ہیں:

"ويجوز اسقاط الحمل بعد قرارها بشرط أن لايتخلق منه شيئ" [3]

"حمل ٹھہرنے کے بعد ساقط کرنا جائز ہے بشرطیکہ انسانی تخلیق شروع نہ ہو"

چنانچہ طبّی نقطہ نظر سے کوئی مجبوری ہے مثلاً ولادت کے موقع پر عورت کی ہلاکت کا خطرہ یا کسی مہلک بیماری کا لاحق ہو جانا، ایسی شکل میں تو چار ماہ سے قبل اس کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ لیکن اس کے بغیر اسقاط حمل کی اجازت دینا بُرائی اور زنا کا راستہ کھولنے کے مترادف ہے، جس کی اسلام کسی شکل میں بھی اجازت نہیں دیتا ہے۔

اسقاط حمل کے جواز کی مدت:

چند ایسے قوی اعذار ہیں جن سے صاحب عذر کو تخلیق اعضاء سے قبل اسقاط حمل کی اجازت ہو سکتی ہے۔ایسے اعذار تین ہیں:

---

[1] ابن عابدین، محمد امین شامی، **الدر المختار مع الرد المختار** (کراچی: ایچ ایم سعید کمپنی، ۱۳۹۹ھ)، ۳: ۱۷۶.

[2] ایضاً۔

[3] ابن ہمام، محمد بن عبدالواحد، **فتح القدیر** (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، ۲۰۰۳ء)، ۳: ۴۰۱.

(ا) دو ماہر تجربہ کار مسلم ڈاکٹر عورت کا معائنہ کرکے یہ بتادیں کہ اگر یہ حمل باقی رہا تو عورت کی زندگی ختم ہو سکتی ہے یا اس کا کوئی عضو ناکارہ ہو سکتا ہے۔ (۲) حمل کی وجہ سے عورت کا دودھ خشک ہو گیا ہو اور دوسرے ذرائع سے بچے کی پرورش کا انتظام ممکن نہ ہو۔ (۳) زنا سے حمل ٹھہر گیا ہو[1]

مندرجہ بالا تینوں اعذار میں چار ماہ سے قبل حمل ساقط کرانے کی گنجائش ہے۔ اگر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ بچوں کی پیدائش میں وقفہ نہ کرنے سے بچے اور اس کی ماں کی صحت کو شدید خطرات لاحق ہو سکتے ہیں تو اس صورت میں ضبط تولید کے طریقوں کو اپنانے کی اجازت ہے۔ کیونکہ بچے کی پیدائش کی تکلیف اور اسے پالنے کی مشقتوں کا صرف عورت ہی اندازہ کر سکتی ہے۔ لہٰذا ان صورتوں میں اسقاط حمل جائز ہے۔ لیکن بغیر کسی ٹھوس وجہ کے حمل کا گرانا مکروہ ہے اور اس سے عورت کو بھی نقصان پہنچتا ہے۔ علامہ یوسف رضا القرضاوی لکھتے ہیں:

”اصولی طور پر اسقاط حمل ناجائز اور حرام ہے۔ جب چار مہینے گزر جائیں تو ان تخلیقی عیوب و نقائص کے باوجود جنین ایک زندہ انسان کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایسی صورت میں اس کا اسقاط اسے قتل کرنے کے مترادف ہے۔ اسی طرح پیدائشی نقائص کی وجہ سے اسقاط کرانا میری نظر میں جائز نہیں ہے۔ صرف ایک صورت میں اسقاط کی اجازت دی جا سکتی ہے کہ اگر اسقاط نہ کرایا گیا تو ماں کی زندگی جا سکتی ہے۔ ایسی صورت میں ماں کی جان بچانے کے لیے حمل کو ساقط کرایا جا سکتا ہے کیوں کہ ماں کی جان بہر حال بچے کی جان سے زیادہ اہم ہے“[2]

گویا شخصی حالات کو دیکھ کر خاص خاص ضرورتوں کے تحت وقتی طور پر بہ قدر ضرورت اسقاط حمل کی گنجائش ہو سکتی ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ اس عمل کا مقصد کوئی ناجائز نہ ہو، خصوصاً فقر و افلاس اور معاشی تنگی پیش نظر نہ ہو۔

رزق کی تنگی کے سبب اسقاط حمل کا حکم:

عرب کے جاہل غربت کی وجہ سے اپنی اولاد کی زندگی گُل کر دیتے تھے۔ اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا ہے۔ رزق کی کمی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا یا کسی نفس کے دنیا میں آنے سے روکنے کی کوشش کرنا یعنی اسقاط حمل کرانا جائز نہیں اور اس کی نص قرآنی سے حرمت ثابت ہے۔ قرآن مجید میں نہایت وضاحت سے اس جانب اشارہ کیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے:

”وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا“[3]

”اور اپنی اولاد کو مفلسی کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی انہیں رزق دیتے ہیں اور تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل ہمیشہ سے بہت بڑا گناہ ہے“

چنانچہ اسلامی تعلیمات کی رو سے رزق کے خوف سے اولاد کے حق میں کوئی پابندی جائز نہیں۔ بلکہ یہ سوچ ہی بنیادی اسلامی عقیدے کے

---

[1] https://www.banuri.edu.pk/readquestion/85-2/01-06-2018 (accessed 12 May 2020).

[2] القرضاوی، یوسف رضا، **فتاویٰ یوسف رضا القرضاوی**، مترجم۔ سید زاہد اصغر فلاحی (لاہور: البدر پبلیکیشنز، ۲۰۱۲ء)، ۲: ۲۶۳۔

[3] الاسراء: ۳۱۔

خلاف ہے۔اس تناظر میں اسقاط حمل حرام ہے اور سماجی دباؤ یا کسی دوسرے بہانے کی وجہ سے حمل کا ضائع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ان تصریحات کا حاصل یہی ہے کہ کسی کا یہ فعل نظام ربوبیت میں مداخلت کے مترادف ہے کیونکہ تمام مخلوق کے رزق کی ذمہ داری خود احکم الحاکمین نے لی ہے۔یہاں ایک ضمنی بحث یہ بھی ہے کہ عصر حاضر کے قوانین میں تحفظِ جان کے قوانین کا اطلاق اس کی پیدائش سے ہوتا ہے لیکن اسلام میں بچے کی پیدائش سے قبل، اس کے استقرار ہی سے اس کی جان کی حفاظت کا قانون لاگو ہو جاتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب غامدیہ نامی عورت نے صریحاً اقرارِ زنا کیا تو آپؐ نے اسے رجم نہیں کیا کیونکہ اس نے اپنے بیان میں یہ بھی بتایا تھا کہ وہ حاملہ ہے۔لہٰذا اسے بچے کی ولادت اور رضاعت کے بعد ہی سزا دی گئی۔[1] اس واقعہ میں اگر سزا فوراً نافذ کر دی جاتی تو اس بات کا اندیشہ کہ رحمِ مادر میں پلنے والے بچے کا ناحق قتل ہو جاتا۔رہی یہ بات کہ جن روحوں کا آنا اس دنیا میں لکھا جا چکا ہے، اُنہوں نے آنا ہے۔اس سلسلے میں مجبوری کی وجہ سے تدابیر تو اختیار کی جا سکتی ہے لیکن تقدیر کے لکھے کو ٹال نہیں سکتی۔جیسے کوئی بیماری کا علاج کرتا ہے اور اس کے لئے احتیاطی تدابیر بھی اختیار کرتا ہے۔حالانکہ وقت مقررہ سے ایک لمحہ زیادہ یا کم وہ اس دنیا میں نہیں رہ سکتا ہے اور اسے وقت مقررہ پر مرنا ہوگا۔

بدھ مت میں اسقاط حمل:

بدھ مت میں اسقاط حمل کے بارے میں درج ذیل آراء پائی جاتی ہیں:

1۔پہلی رائے کے مطابق بدھ مت میں اسقاط حمل ایک غیر مہذب فعل تصور کیا جاتا ہے۔کیونکہ یہ ان کے بنیادی ضابطوں 'کسی جانور کو قتل نہ کرو، نہ خود چوری کریں اور نہ کسی کو کرنے دیں، زناکاری سے بچیں، منشی اشیاء سے بچیں، میں سے پہلے ضابطے (کسی جاندار کو قتل نہ کرو) Panatipata veramani sikkhapadam samadiyami[2] کے خلاف ہے۔یہ اہنسا کے بھی خلاف ہے جو بدھ مت کے پیروکاروں کو عدم تشدد کا درس دیتا ہے اور تمام جانداروں کے ساتھ امن اور اچھے برتاؤ کی تعلیم دیتا ہے۔[3] گوتم بدھ نے اسقاط حمل کی شدید ملامت کی ہے اور کہا ہے کہ اگر کوئی بھکشو اس کام میں معاون و مددگار ہو تو وہ بدھ مت کے راہبوں کے گروہ سے وہ خارج سمجھا جائے گا۔اس ضمن میں گوتم بدھ کا قول ہے:

"جو بھکشو جان بوجھ کر کسی کو قتل کیا یا اسقاط حمل میں مددگار بنا تو اس کا ہمارے سنگھ سے کوئی تعلق نہیں"[4]

اسی طرح کنجٹسو ناکاگاکی کا کہنا ہے:

"The Buddhist concept of Ahimsa is the essential practice of non-violence, literally meaning not killing or not injuring anyone or any living thing,

---

[1] ترمذی، **السنن**، حدیث: ۱۴۶۲.

[2] *Vinaya, texts,* 1:211.

[3] *Encyclopedia of World Religions*, 10.

[4] *Vinaya: The Patimokkha*, 406.

and having respect for life"[1]

"بدھ مت میں اہنسا کا تصور عدم تشدد کا لازمی عمل ہے جس کے لفظی معنی ہیں کسی کو یا کسی بھی زندہ چیز کو نہ مارنا اور نہ زخمی کرنا اور زندگی کا احترام کرنا"

چنانچہ اسقاط حمل کرنا بھی ایک طرح کا قتل ہے اور جو اس عمل میں مددگار ہوں گے ان کا بدھ مت سے کوئی تعلق باقی نہیں رہے گا۔

2۔ دوسری رائے کے مطابق، بدھ مت کے بعض پیروکار اسقاط حمل کو جائز سمجھتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حالات کے مطابق ہر کوئی اس کے بارے میں خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ بدھ مت کے تصورِ کارونہ (Karuna Compassion) کے مطابق اگر اس بات کا اندیشہ ہو کہ بچہ لولا لنگڑا پیدا ہوگا یا کوئی خطرناک بیماری کا حامل ہو تو اسقاط حمل میں کوئی حرج نہیں۔ یہی اصول اسکی ماں پر بھی لاگو ہو سکتا ہے اگر اسے حمل کا بوجھ اٹھانے میں انتہائی تکلیف دشواری کا سامنا ہو۔ اس بارے میں بدھ مت کے روحانی پیشوا دلائی لامہ کہتے ہیں:

"یقیناً بدھ مت کے نقطہ نظر سے اسقاط حمل کسی کے قتل کے مترادف اور عموماً ایک منفی فعل ہے لیکن اس کا انحصار حالات پر ہے۔ اگر نوزائیدہ بچہ احمق ہے یا اس کی پیدائش، والدین کے لئے سنگین مسائل کا پیش خیمہ ہوگا تو ان حالات میں استثنائی صورت بہر حال موجود ہے۔ میرا خیال ہے اسقاط حمل کو حالات کے مطابق جائز یا ناجائز قرار دیا جائے"[2]

اسقاط حمل کے بارے میں بدھ مت میں کوئی واضح احکامات موجود نہیں بلکہ وہ حالات کے مطابق اس پر عمل کرتے ہیں۔ عقیدہ کرم کے مطابق وہ اس کو ناجائز سمجھتے ہیں جبکہ بدھ مت کے تصور کارونہ (Karuna) کے مطابق اسقاط حمل کرنے کو جائز سمجھتے ہیں کیونکہ یہ ایک طرح ماں اور اس کے بچے کے ساتھ ہمدردی اور مہربانی ہے۔ بدھ مت تعلیمات میں اسقاط حمل غیر قانونی ہے اور اس کی قطعاً اجازت نہیں ہے کیونکہ وہ اسے تشدد خیال کرتے ہیں۔

اس کے علاوہ یہ ان کے عقیدے اہنسا کے بھی خلاف ہے۔ موجودہ بدھ مت معاشرے میں اسقاط حمل کرنا غیر قانونی ہے۔ مثلاً برما، تھائی لینڈ، تبت اور دوسرے بدھ مت کے ممالک میں یہ قانوناً جرم ہے اور جو اس میں ملوث پایا جاتا ہے اسے قید کی سزا دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جو ڈاکٹر اسقاط حمل کرنے کا قصوروار ٹھہرتا ہے اسے جیل جانا پڑتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ اس قانون کی سختی سے پاسداری کرتے ہیں۔

خلاصہ بحث:

ا۔ انسانی جان کی حرمت پر تمام مذاہب کے لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ قتل ایک گھناؤنا جرم ہے۔ اسلام اور بدھ مت دونوں مذاہب میں انسانی جان کی حرمت کے بارے میں احکامات موجود ہیں۔ قرآن مجید نے ایک انسان کے قتل کو، ساری انسانیت کو قتل کردینے کے

[1]Kenjitsu Nakagaki, T., *Practice of Ahisma in Buddhism* (2006), 51-61 (accessed from: www.researchgate.net)

[2]Katharine Porter, *Buddhist Perspective of Contemporary religious and moral Issues* (Manchester: Farmington Trust, 2009), 6.

مساوی قرار دیا ہے اور اس حکم میں تمام انسان شامل ہیں خواہ ان کا تعلق کسی بھی مذہب یا علاقے سے ہے۔جب کہ ایک مومن کا قاتل ہمیشہ کے لئے دوزخ کے عذاب میں جلے گا۔اسی طرح اسلام ان غیر مسلموں کو بھی قتل کرنے سے روکتا ہے جو ذمی یا معاہد ہوں۔

۲۔ بدھ مت بھی انسان جان کی حرمت کے ساتھ ساتھ تمام جانداروں یہاں تک کہ کیڑے مکوڑوں کی حرمت کا حامی مذہب ہے۔البتہ لاش کی تکریم اور اسقاط حمل کے سلسلے میں دونوں مذاہب کے احکامات میں واضح تضاد موجود ہے۔اسلام لاش کی حرمت کا قائل ہے جس کی تکریم ایک زندہ انسان کی طرح ہے۔ میت مسلمان کی ہو یا غیر مسلم کی ہو اسلام اس کی حرمت کی تعلیم دیتا ہے اور اگر میت عورت کی ہے تو یہ اور عزت و تکریم کا متقاضی ہے۔اسلام میں لاش کا جلانا، اس کا مثلہ کرنا، اس کی غیبت کرنا حرام ہے۔

۳۔ بدھ مت میں عقیدہ کرم اور Cycle of Samsara کی وجہ سے میت کو ایک خالی برتن خیال کیا جاتا ہے۔ان کے مطابق روح پرواز کرنے کے بعد میت کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی۔بدھ مت میں اکثر لاشوں کو جلایا جاتا ہے وہ سمجھتے ہیں کہ لاش کو اگر جلایا جائے تو وہ گناہوں سے پاک ہو جاتی ہے۔اس کے علاوہ دوسرے طریقے بھی اپنائے جاتے ہیں جیسے تبت کے لوگ لاشوں کی آسمانی تدفین کرتے ہیں۔ بعض لوگ لاشوں کو دریا میں بہادیتے ہیں۔اس کے علاوہ وہ تدفین کا طریقہ بھی اپناتے ہیں۔

۴۔ اسلام میں استثنائی صورت حال کے علاوہ اسقاط حمل ناجائز عمل ہے۔اسلام میں رزق نہ ملنے کی ڈر سے اسقاط حمل کرنا بھی حرام ہے۔ کیونکہ تمام مخلوقات کا رازق ایک اللہ ہے۔اس کے علاوہ یہ عمل بنیادی اسلامی عقیدے کے بھی خلاف ہے۔اس طرح سماجی دباؤ یا کسی دوسرے بہانے کی وجہ سے حمل کا ضائع کرنا ہرگز جائز نہیں۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق استقرار حمل کے بعد اسقاط کرانا شرعاً ناجائز ہے۔البتہ اگر ولادت کے موقع پر عورت کی ہلاکت کا خطرہ ہو، اس کا دودھ خشک ہوگیا ہو یا زنا سے حمل ٹھہر گیا ہو تو ایسی حالت میں اسقاط حمل کی اجازت ہے۔بدھ مت کے بنیادی تعلیمات میں اسقاط حمل بہت بُرا عمل ہے کیونکہ یہ ان کے بنیادی اصول 'کسی جان دار کو قتل نہ کرو' کے بھی خلاف ہے۔

۵۔ درج بالا امور ان کے عقیدے اہنسا کے بھی خلاف ہیں۔اس لحاظ سے یہ ایک منفی عمل ہے اور کسی کے قتل کے مترادف ہے۔ بدھ مت میں بعض لوگ اس کو جائز سمجھتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حالات کے مطابق ہر کوئی اس کے بارے میں خود فیصلہ کر سکتا ہے۔بدھ مت کے تصور کارونہ (Karuna Compassion) کے مطابق اگر بچے کے لولا لنگڑا پیدا ہونے کا اندیشہ ہو، کسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو یا عورت کو حمل کا بوجھ اٹھانے میں انتہائی تکلیف کا سامنا ہو تو اس صورت میں وہ اسقاط حمل کر سکتی ہے۔

@ 2020 by the author, this article is an open access article distributed Under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC-BY) (http://creativecommons.org/licenses/by/4.0/)